پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی ☆

اسلام کے سیاسی نظام میں شوریٰ کی اہمیت (کتاب و سنت کی روشنی میں)

فبما رحمتہ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک فاعف عنھم واستغفرلھم وشاورھم فی الامر فاذاعزمت فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین (۱)

(اے رسول، یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لئے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو ورنہ اگر کہیں تم تندخو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے چھٹ جاتے۔ ان کا قصور معاف کرو اور اس کام میں ان سے صلاح و مشورہ کریں پھر جب تمہارا عزم کسی رائے پر پختہ اور مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو، اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اس پر توکل کرنے والے ہیں۔)

اسلام دین فطرت ہے اور قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لئے ایک جامع، کامل، روشن اور محفوظ ضابطہ حیات ہے زندگی کا کوئی گوشہ اور شعبہ ایسا نہیں جس میں اسلام نے رہنما زریں اصول نہ دیئے ہوں۔ کوئی بھی اسلامی مملکت ہو اس کے سربراہ کے لئے ضروری اور ناگزیر ہے کہ وہ شوریٰ کا قیام عمل میں لائے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ شوریٰ حکومت کی جان ہے اور اسلامی حکومت کا خاصہ لازمہ ہے۔

علامہ ابو عبداللہ القرطبی نے سورہ آل عمران کی مذکور آیت کی تشریح کرتے ہوئے بڑی عمدہ بات کہی ہے۔

" **الشوری من قواعد الشریعتہ و عزائم الاحکام و من لا یستشیر اھل العلم والدین فعزلہ واجب** (۲)

یعنی مشاورت شریعت کے مسلمہ اصولوں اور اہم ترین احکام سے ہے اور جو حاکم اہل علم و دین سے مشورہ نہیں کرتا بلکہ خود رائی سے کام لیتا ہے اسے معزول کر دینا لازمی ہے۔" علامہ قرطبی اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"خلفاء اور حکام پر واجب ہے کہ دینی معاملات پر علماء سے جنگی امور میں قائدین لشکر اور ماہرین حرب سے عام فلاح و بہبود کے کاموں میں سرداران قبائل سے اور ملک کی ترقی اور آبادی سے متعلق عقلمند وزراء اور تجربہ کار عہدہ داروں سے مشورہ کریں۔" (۳)

اللہ کا نبی اور رسول جس اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہوتا ہے بالخصوص رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم جو پوری نوع انسانی کے لئے نذیر و بشیر اور رسول ہیں اور جنہیں وحی الٰہی سے مختلف امور میں ہدایت ربانی کا فیضان حاصل ہوتا ہے بھلا انہیں انسانی مشوروں کی کیا ضرورت ہے۔ ذہنوں میں ابھرنے والے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے علامہ القرطبی رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی مشاورت کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ **ما امر اللہ نبیہ بالمشاورۃ منہ الی رایھم وانما ارادان یعلمھم ما فی المشاورۃ من الفضل ولتقتدی بہ امتہ من بعدہ**" (۴) (یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو اس لئے مشورہ کرنے کا حکم نہیں دیا کہ حضورؐ کو ان کے مشورے کی ضرورت تھی۔ بلکہ اس کی حکمت یہ تھی کہ انہیں مشاورت کی اہمیت اور فضیلت کا پتہ چل جائے نیز یہ کہ مشورہ سنت نبوی بن جائے اور امت مسلمہ اس کی اقتداء اور اتباع کرے۔" اس میں ایک حکمت یہ بھی تھی " **تطیبا لنفوسھم و رفعا لا قدارھم**" (۵) صحابہ کرامؓ کی دلجوئی اور ان کی قدر و منزلت کو بڑھانا

☆ سابق استاذ ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب و اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقصود تھا۔

عصر حاضر کے مشہور مصری سکالر سید قطب شہید نے اس سلسلے میں بڑی پیاری بات کہی ہے فرماتے ہیں: **وھونص قاطع لایدع للامتہ المسلمتہ شکافی ان الشوری مبدا اسلسی' لاتقوم نظام الاسلام علی اسلس سواہ" (۶)** یہ ایک ایسا واضح حکم ہے جس سے امت مسلمہ کے لئے کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ شوریٰ کو ایک بنیاد و اساس کی حیثیت حاصل ہے اور اسلام کا نظام حکومت اس بنیاد کو چھوڑ کر کسی دوسری بنیاد پر استوار نہیں ہوتا)

لیکن شوریٰ کے قیام اور انتخاب کا طریق کار کیا ہو اس پر روشنی ڈالتے ہوئے سید قطب شہیدؒ لکھتے ہیں:

" **اما شکل الشوری والو سیلتہ التی تتحقق بھا۔ فھذہ امور قابلتہ للتحویروالتطویر و فق اوضاع الامتہ وملابسات حیاتھا۔ وکل شکل و کل وسیلتہ تتم بھا حقیقتہ الشوری لا مظھرھا فھی من الاسلام" (۷)**

(شوریٰ کی ہیئت کیا ہو اور اس کے قیام کے لئے کونسا ذریعہ اور طریق کار متعین ہو یہ وہ امور ہیں جو امت مسلمہ کے حالات اور ان کی زندگی کے تقاضوں کے حوالے سے بدلتے رہتے ہیں۔ اس لئے ہر وہ ہیئت اور ہر وہ ذریعہ جو شوریٰ کی حقیقت کی تکمیل کردے اور محض ظاہری صورت نہ ہو۔ وہی اسلام کا تقاضا ہے)

قرآن حکیم میں ایک مستقل سورت کا نام ہی الشوریٰ ہے۔ اور اس سورت میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بیان ہوا ہے **" وامرھم شوری بینھم" (۸)** کہ مسلمانوں میں جملہ امور باہمی مشاورت سے طے پاتا چا ہیں۔ گویا انسانی زندگی کے مختلف دائروں میں یعنی خاندانی زندگی ہو تو افراد خانہ کے امور باہمی مشاورت سے اسی طرح کاروباری امور میں، صنعتی امور میں، تجارتی امور میں، فلاح عامہ کے امور میں، مسلمانوں کے کام باہمی مشاورت سے طے پانا چا ہیں۔ بالخصوص سلطنت اور حکومت کے امور میں چونکہ حکومت کا تعلق کسی ملک یا قوم کے جمیع افراد کی فلاح و بہبود سے ہوتا ہے۔ اس لئے عوامی فلاح و بہبود صرف اسی صورت ملحوظ رہ سکتی ہے۔ جبکہ ماہرین اور صاحب الرائے اہل بصیرت لوگوں کے مشورے اور ان کی فاضلانہ آراء پر مبنی فلاحی منصوبہ بندی کی جائے۔

قرآن حکیم کے علاوہ سنت نبویؐ اور احادیث میں شوریٰ کی اہمیت کو اجاگر کر کے پیش کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ھریرۃؓ فرماتے ہیں **ماوایت اکثر مشاورۃ لاصحابہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۹)** میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی شخص کو اپنے صحابہ و رفقاءؓ سے مشورہ لیتے نہیں دیکھا۔ حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ جب شوریٰ کا حکم آیا تو محسن انسانیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگرچہ اللہ اور اس کا رسول شوریٰ سے بے نیاز ہیں مگر یہ حکم اس لئے ہے تاکہ امت کے لئے رحمت ہو۔(۱۰) اس کے بعد امت کا فرد مشورہ اور رائے طلب کرے گا تو کبھی رہنمائی سے محروم نہ ہوگا۔"

عربی زبان ادب میں ایک مثل مشہور ہے کہ لوگوں کی تین اقسام ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں جو پورے آدمی ہیں۔ ایک وہ جو آدھے آدمی ہیں اور ایک وہ جو انسان ہی نہیں ہیں۔ وہ آدمی جو پورا آدمی ہے وہ ایسا شخص ہے جو صاحب الرائے ہو اور لوگوں سے مشورہ بھی کرے اور وہ شخص جو آدھا آدمی ہے وہ ہے جو صاحب الرائے تو ہو لیکن مشورہ نہ کرے یا اپنی رائے نہ رکھتا ہو لیکن سیانے لوگوں سے مشورہ کر کے اپنے امور انجام دے اور تیسرا آدمی جو آدمی ہی نہیں وہ ایسا شخص ہے جس کی نہ تو رائے رکھنے کی صلاحیت ہو اور نہ ہی وہ کسی سے مشورہ کرے۔ گویا کسی مسلمان کا رائے قائم کرنے کی صلاحیت رکھنا ہی کافی نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ اسلام کے نظام مشاورت پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے بڑی عمدہ بات کہی ہے فرماتے ہیں "شوریٰ کی روح یہ ہے کہ جماعت کے افراد میں سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہر فرد اپنے علم اور قابلیت کے مطابق اپنی آراء اور خیالات پیش کر دیتا ہے۔ ایک دوسرے کے نظریات آپس میں ملتے ہیں اور اس سے ایک اچھا فیصلہ ہاتھ آ جاتا ہے۔" (۱۱)

قرآن کریم اور سنت رسول کریمؐ کا ان رہنما زریں اصول مشاورت کا ذکر کرنے کے بعد اب مناسب ہو گا کہ شوریٰ کے بارے میں تاریخی نظائر کا مختصراً ذکر کر دیا جائے۔

محسن انسانیت، رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لا کر سلطنت اسلامی کی تشکیل و تاسیس فرماتے ہیں اور مسجد نبوی کا قیام عمل میں آتا ہے تو یہ امر زیر بحث آتا ہے کہ مسلمانوں کو نماز کے لئے کیسے بلایا جائے؟ چنانچہ "شوریٰ کا انعقاد عمل میں آتا ہے اور مجلس مشاورت میں اذان کے ذریعے لوگوں کو حی علی الفلاح کا پیغام پہنچایا جانا طے پایا اور نماز کے اجتماع کے لئے اذان کا حکم دیا جاتا ہے۔ یہ واقعہ ہجرت کے بعد پہلے سال میں پیش آتا ہے۔(۱۲)

ہجرت کے دوسرے سال جب کفار قریش سلطنت اسلامی کو آغاز کار میں ہی ختم کرنے کی مذموم سازش تیار کرتے ہیں اور غزوۂ بدر۔ حق و باطل کا فیصلہ کن معرکہ پیش آتا ہے تو رسول مکرمؐ اپنے جلیل القدر صحابہ کرامؓ سے فرماتے ہیں:

" **اشیروا علی ایھا الناس** (آپ حضرات مجھے یہ مشورہ دیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے) اور اس کے بعد بحث کا آغاز ہوتا ہے۔ ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تقاریر فرماتے ہیں۔ قریش کی تقاریر کے بعد حضورؐ انصار کی توجہ کو مبذول کرتے ہیں چنانچہ حضرت سعدؓ انصار کی طرف سے کھڑے ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں:

یا رسول اللہ! ہم آپ کی اطاعت اور وفاداری کا عہد کر چکے ہیں جس طرف مرضی مبارک ہو۔ **چلیے** ' اگر آپ ہم کو سمندر میں جست لگانے کا حکم دیں گے تو قسم بخدا ہم ضرور اس میں آپ کے ساتھ کود جائیں گے۔ ہم میں سے ایک شخص بھی باقی نہ رہے گا۔ چنانچہ شوریٰ کے اس فیصلے کے بعد اسلامی لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم مل گیا۔(۱۳)

سن ہجری کے تیسرے برس غزوۂ احد کے موقع پر آپ نے صحابہ کرامؓ کی مجلس مشاورت قائم فرمائی اور اس خاص امر پر صحابہ کرامؓ کا مشورہ طلب کیا کہ آیا دشمن کا مقابلہ مدینہ منورہ کے اندر رہ کر کیا جائے یا باہر کھلے میدان میں اس سے نپٹا جائے۔ خود حضورؐ کی ذاتی رائے یہ تھی کہ مدینہ منورہ شہر کے اندر رہ کر دشمن کے حملے کا انتظار کیا جائے۔ لیکن جب مسلمانوں کی اکثریت نے جوش سے کام لیتے ہوئے باہر نکلنے پر زور دیا تو آپ نے شوریٰ کی اکثریت کی رائے کا احترام کرتے ہوئے اور ذاتی رائے کو نظر انداز کرتے ہوئے باہر نکل کر دشمن سے مقابلہ کرنے کے فیصلے کو اختیار فرمایا۔ سید قطب شہیدؒ نے غزوہ احد کے اس واقعے پر بڑی مبسوط بحث کی ہے اور شوریٰ کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے یہ امر واضح کیا ہے کہ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبوت اور وحی کے فیضان سے بہرہ ور تھے۔ آپؐ کی پیغمبرانہ بصیرت سے یہ امر ہرگز مخفی اور پوشیدہ نہ تھا کہ باہر نکل کر جنگ کرنے میں سراسر نقصان ہے۔ لیکن آپ نے آنے والی نسل انسانی اور امت مسلمہ کے لئے ایک روشن زریں اور رہنما اصول شوریٰ کی افادیت کو منوانے کے لئے ان متوقع نقصانات کو برداشت کر لیا اور شوریٰ کی اہمیت کی ایک روشن مثال قائم کر دی۔(۱۴) جنگ خندق کے موقع پر حضرت سلمانؓ کے مشورے پر عمل کرنا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

یہ تو تھا امور سلطنت میں مشورے کی روشن مثال۔ حضورؐ تو اپنی ذاتی اور خاندانی زندگی کے امور میں بھی اپنے صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت عائشہؓ ام المومنین پر بہتان تراشا گیا تو آپؐ نے حضرت علیؓ، حضرت اسامہؓ اور عام مسلمانوں سے مشورہ فرمایا۔

اب ہم خلفائے راشدینؓ کے عہد زریں میں شوریٰ کی اہمیت کے چند واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ سب سے پہلا مرحلہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رسول کریم سرور دو عالمؐ کی رحلت پر اسلامی ریاست کے صدر کے انتخاب کا تھا۔ تاریخ اسلام اس امر پر شاہد عادل ہے کہ ۱۱ھ میں سقیفہ بنی ساعدہ میں شوریٰ کا انعقاد ہوا اور سعد بن عبادہؓ اور صدیق اکبرؓ نے انصار و مہاجرینؓ کے فضائل بیان کئے اور بحث و تمحیص کے بعد متفقہ طور پر سیدنا صدیق اکبرؓ کو جانشین رسولؐ قرار دیا گیا اور مسجد نبوی میں بیعت عامہ کی مبارک رسم عمل میں لائی گئی۔(۱۵)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کے انتخاب میں بھی در حقیقت شوریٰ کا اصول ہی کارفرما نظر آتا ہے۔ صدیق اکبرؓ نے فاروق اعظمؓ کا نام تجویز کیا۔(۱۶) یہ حکم نہ تھا بلکہ آپ کی ذاتی تجویز تھی۔ چنانچہ جلیل القدر صحابہ کرامؓ کی مجلس مشاورت طلب کی گئی جن میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت علیؓ حضرت سعد بن زیدؓ اور دوسرے ممتاز صحابہ شامل تھے۔ سب نے اس کی تائید کی۔ اس کے بعد مزید توثیق کے لئے سیدنا صدیق اکبرؓ نے عام لوگوں کو مخاطب کیا اور کہا کہ میں نے ایک شخص کا نام تجویز کیا ہے کیا آپ لوگ اس پر رضامند ہیں تو حضرت علیؓ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ ہم عمر بن الخطابؓ کے علاوہ کسی دوسرے کا نام منظور نہیں کر سکتے اور اس طرح فاروق اعظم منصب خلافت پر فائز ہوئے۔

حضرت عثمانؓ کے انتخاب کے موقع پر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ان کا انتخاب بھی شوریٰ کے فیصلے اور رائے عامہ کی منظوری کے بعد عمل میں آیا۔(۱۷)

عہد نبویؐ اور عہد خلافت راشدہ پر ان تاریخی حوالوں کے ضمن میں یہ بات بھی واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے ان صحابہ کرامؓ سے خصوصی طور پر مشورہ کیا جو فہم و بصیرت کے اعتبار سے بھی ممتاز تھے اس کے ساتھ ہی ساتھ عام مسلمانوں سے بھی مشورہ کیا۔ اس لئے خصوصی مجلس مشاورت اور شوریٰ میں وہ لوگ ہونے چاہئیں جو زہد و تقویٰ' اخلاص و ایثار کے پیکر ہونے کے ساتھ ساتھ فنی امور میں بھی دسترس اور بصیرت رکھنے والے ہوں۔

مسلمان ہونے کے حوالے سے کتاب و سنت کے واضح رہنما اصول اور سرور دو عالمؐ اسوہ حسنہ اور خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کے نمونہ عمل کے ہوتے ہوئے امت مسلمہ کے لئے ان کی پیروی لازمی قرار پاتی ہے لیکن آیئے ہم طمانینت قلب کے لئے شوریٰ کی اہمیت کو ذرا عقل و بصیرت کی میزان پر جانچنے کی سعی بھی کریں۔

ہر وہ کام جو دو یا دو سے زیادہ افراد کے مفادات پر مشتمل ہو اس میں اگر ایک شخص اپنی من مانی کرے اور دوسرے کی رائے کو اور مفاد کو نظر انداز کر دے تو یہ استحصال کی ایک صورت ہے جو اخلاقی اقدار کے بھی منافی ہے اور قانونی طور پر کسی صورت میں جائز نہیں کہ مشترک مفاد کی صورت میں ایک شخص کو من مانی کارروائی کی اجازت دی جائے۔

شوریٰ کی ایک بہت بڑی اہمیت اور خصوصیت یہ ہے کہ کوئی بھی انسانی معاشرہ ہو۔ کسی بھی ملک کے مسائل ہوں۔ افراد خواہ مسلم ہیں یا غیر مسلم۔ وہ سارے امور جن کا تعلق عوام الناس کی فلاح و بہبود سے ہے بڑے اہم مسائل ہوتے ہیں۔ جنہیں قومی اور ملی سطح پر دیکھنے کے لئے خصوصی دسترس' مہارت اور بصیرت و تجربے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے قومی مسائل دور رس اور دیرپا اثرات کے حامل ہوتے ہیں۔ اگر بصیرت پر مبنی کوئی عمدہ فیصلہ کسی قوم کو عروج سے ہمکنار کر کے اسے اقوام عالم میں اگلی صف میں کھڑا کر سکتا ہے تو کوئی غلط فیصلہ کسی قوم کو زوال و انحطاط کی وادی میں دھکیل کر اسے ہمیشہ کی ذلت و رسوائی کا سزاوار ٹھہرا سکتا ہے۔ اس لئے قومی اور ملی سطح پر فیصلے ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے اور اگر یہ فیصلہ کرنے والے مسلمان ہیں' تو تقویٰ کے زریں اصول کے پیش نظر انہیں یہ امر بھی ملحوظ رکھنا ہو گا کہ وہ ان فیصلوں کے بارے میں اپنے خداوند قدوس کے سامنے جوابدہ بھی ہیں۔ تو ایسی صورت میں اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی صرف ایک ہی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

صورت ہے اور وہ ہے ایسے ارباب حل و عقد اور ایسے اہل بصیرت حضرات اور ماہرین افراد سے مشورہ لیا جائے۔ جو ان معاملات میں اپنے وسیع تجربے، مشاہدے اور علمی و فنی صلاحیتوں کی بناء پر مشورہ دینے کے صحیح معنوں میں اہل ہیں اور جب ان ماہرین کی آراء و افکار کا تجزیہ کر کے کسی ایک رائے پر شوریٰ متفق ہو جائے یا اکثریت اسے منظور کر لے تو پھر "فاذا عزمت فتوکل علی اللہ" (۱۸) کے ارشاد باری کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کے نفاذ پر پوری توجہ مرکوز کر دی جائے اور اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کیا جائے۔ اس طرح سے قومی اور ملی مفادات کو، فرد کو اور اجتماع کو شوریٰ کے اصول کے فیضان سے فیضیاب اور بہرہ ور ہونے کا موقع مل سکے گا۔

مولانا حامد الانصاری نے اسلامی شوریٰ کے بارے میں بڑی اچھی بات کہی ہے، لکھتے ہیں:

"اسلامی حکومت اپنے شوروی میلان اور سچے جمہوری اور پارلیمنٹری رجحان کے لحاظ سے تمام دنیا کے لئے ایک نمونہ اور معیار و منہاج ہے۔ افلاطون کے زمانے سے لے کر انگلستان میں پارلیمنٹ کے زمانہ قیام ۱۶۸۸ء تک زمین کے کسی حصے میں ایسی عظیم الشان پارلیمنٹ کا پتہ نہیں چلتا۔ جو نظام شوریٰ کی طرح سادہ ہو، حقیقی ہو، بے قید ڈکٹیٹر شپ اور بے لگام سرمایہ دارانہ شہنشاہیت سے بے واسطہ و لاتعلق ہو۔ اس کا مدار قومیت سے زیادہ بین الاقوامیت پر ہو اور بین الاقوامیت سے زیادہ ایک ایسی عالمگیر متحدہ قومیت (انسانیت) پر، جس کے دائرے میں دنیا کے تمام منطقوں، قوموں، نسلوں اور طبقوں کے افراد ایک لمحہ ضائع کئے بغیر داخل ہو سکیں اور چاہیں تو ایک منٹ کے فیصلے پر مساوی درجہ کے رکن بن سکیں۔" (۱۹)

آخری بات جس کی طرف توجہ دلانا بے حد ضروری ہے کہ شوریٰ کی اس طرح تمام تر اہمیت کے باوجود شوریٰ کے حدود متعین ہیں اسلامی شوریٰ برطانیہ کی پارلیمنٹ کی طرح کوئی غیر اخلاقی قانون منظور نہیں کر سکتی۔ بلکہ شوریٰ کا دائرہ اختیار انہی امور تک ہے جن کے بارے میں کتاب و سنت کا صریح اور واضح حکم موجود نہ ہو اور شوریٰ کتاب و سنت کے عمومی اصولوں کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کرے۔

حواشی

۱۔ القرآن الحکیم، ۳:۱۵۹
۲۔ پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، طبع لاہور، ۱۴۰۲ھ، جد اول، ص ۲۹۱
۳۔ ایضاً
۴۔ ایضاً
۵۔ ابن کثیر، مختصر تفسیر ابن کثیر، تحقیق محمد علی الصابونی، جلد اول ص ۳۳۱
۶۔ سید قطب شہید، فی ظلال القرآن، طبع مصر، ۱۹۶۱، الجزء الرابع ص ۱۱۷
۷۔ ایضاً
۸۔ القرآن الحکیم، ۴۲:۳۸
۹۔ حامد الانصاری، اسلام کا نظام حکومت، طبع لاہور، ص ۳۰۳
۱۰۔ ایضاً
۱۱۔ ایضاً، ص ۳۰۱

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۲۔ ایضاً، ص ۳۰۷

۱۳۔ ایضاً، ص ۳۱۹

۱۴۔ سید قطب شہید، فی ظلال القرآن، طبع مصر ۱۹۶۱ء الجزء الرابع ص ۱۱۷، مابعد

۱۵۔ شاہ معین الدین احمد ندوی، تاریخ اسلام، اعظم گڑھ، ۱۹۶۳ء حصہ اول ص ۱۳۳

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۶۰

۱۷۔ ایضاً، ص ۲۴۸

۱۸۔ القرآن الحکیم، ۳:۱۵۹

۱۹۔ حامد الانصاری، اسلام کا نظام حکومت، طبع لاہور، ص ۲۹۹

نئی نسل کی تربیت

"اہل ایران نے تکلفات اور غیر حقیقی زندگی کو شہروں تک محدود کر رکھا تھا، بادشاہ اور امراء اپنے بچوں کو شاہی محل اور خدم و حشم کے درمیان ہرگز نہ رکھتے تھے۔ دوسرے پر **تکلف**، بناوٹی اور آرام پسند ماحول کو اپنے بچوں کے لئے قطعی ناپسند اور غیر حقیقی خیال کرتے تھے۔"

"میرے زمانہ میں امراء دیلم (آذر بائی جان) کا بھی یہی دستور تھا کہ وہ لوگ اپنی اولاد کو نشوونما کے ابتدائی دور میں اپنے علاقے کے دور دراز مقامات اور صاف اور کھلی ہوا میں بھیج دیتے تھے۔ وہاں صاف اور سادہ ماحول میں ان بچوں کی پرورش ہوتی تھی، تاکہ وہ حقیقت پسندانہ زندگی کو سمجھیں۔ متحمل مزاج ہوں۔ قومی اخلاق کے خوگر ہوں۔ ملکی روایات کو سمجھیں۔ محنتی اور جفاکش بنیں۔ اور سادگی کے عادی ہوں۔ عیش و عشرت کی زندگی سے دور رہیں۔"

کتاب۔ ایران ادب و اخلاق
از ابن مسکویہ۔ ۴۲۱/۱۰۲۲

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com